

## خامیوں سے سیکھنے کی کوشش کریں!

2018ء کا الیکشن سر پر تھا۔ لیگ حد درجہ ضعف کا شکار تھی۔ مقتدر قوتیں عمران خان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے آج وہ شہباز شریف اور زرداری صاحب کے ساتھ شانہ بشانہ موجود ہیں۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ تحریک انصاف بھرپور طریقے سے الیکشن میں کامیابی حاصل کرے گی۔ ہوتا یوں تھا کہ جہاں گہرے ترین کو مخصوص ایم پی اے یا ایم این اے کے بارے میں اطلاع دی جاتی تھی اور طیارہ حرکت میں آ جاتا تھا۔

منتخب نمائندہ ہوائی سواری میں اسلام آباد آتا تھا۔ بنی گالا میں خان صاحب کوئی چوں چوں کیے بغیر، گلے میں تحریک انصاف کا نشان ڈالتے تھے۔ اور وہ ”میرٹ“ پر خان صاحب کا ساتھی بن جاتا تھا۔ عمران خان کو علم نہیں ہوتا تھا کہ یہ قومی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر کس وضع کا ہے اور اس کا ماضی کیا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شاید بہت لوگ اس کو جانتے ہوں۔ مگر درون خانہ تمام باخبر لوگوں کو اس کامیاب مشق کا علم تھا۔ بہر حال اب یہ تیر بہدف نسخہ، مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے حق میں استعمال ہو رہا ہے۔

عمومی خیال تھا کہ عمران خان ایک حد درجہ کامیاب وزیر اعظم ثابت ہونگے۔ کیونکہ ماضی میں جس بھی شعبہ میں ہاتھ ڈالا تھا، وہ بھرپور طریقے سے کامیاب ٹھہرے تھے۔ مگر یہ سیاست اور کارکردگی کا ریکارڈ تھا اور ہے۔ جس میں ان کا تجربہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ طاقتور حلقوں کو یقین تھا کہ عمران خان ملک کی حکمرانی کا حق ادا کر دے گا۔ پر امید سی فضا تھی۔ خان صاحب نے کامیابی کے بعد جو پہلی تقریر کی، وہ بھی کافی پر مغز اور حوصلہ افزاء تھی۔

مگر چند سمجھدار افراد کچھ مختلف سوچ رہے تھے۔ ان کے خیال میں مرکز اور پنجاب میں کمزور حکومت بنی ہے اور یہ اتحادیوں کی بیساکھی پر کھڑی ہے۔ چند باخبر لوگوں نے 2018ء میں بھی الیکشن کے نتائج کو مستقبل کے سیاسی منظر کے لئے حد درجہ افسوس ناک قرار دیا تھا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ خان صاحب کو طاقت ور حلقوں کی کافی حد تک مدد حاصل تھی۔ اب یہاں ایک حد درجہ سنجیدہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خان صاحب نے عملی طور پر جو کام کرنے تھے۔ کیا درست حکمت عملی سے انہوں نے ایسا کیا؟ سچ تو یہ ہے کہ بطور وزیر اعظم خان صاحب نے حد درجہ بچگانہ حرکات کرنی شروع کر دیں۔ جس نے ہر ایک کو چونکا دیا۔ 2018ء کی بات کر رہا ہوں۔ اس وقت کوئی تجربہ کار سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خان صاحب کے ابتدائی فیصلوں سے انکے حامی حلقے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے پہلو بد لنے لگے ہیں۔ پہلی انتظامی غلطی، ایک ایسے افسر کی تعیناتی تھی جس کو پنجاب کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ کون سی برادریاں مضبوط ہیں۔ حلقے میں کون سے مقامی لوگ طاقتور ہیں۔ کس دھڑے کے ساتھ کیسے لوگ ہیں۔ اس افسر کو اس سیاسی جزئیات کی کوئی خبر نہیں تھی۔ یہ ایسی غلطی تھی جس نے خان صاحب کو سیاسی طور پر نقصان پہنچایا۔ ابتدائی دور کی عرض کر رہا ہوں۔ پھر خان صاحب ایسے گھیرے میں آئے کہ ان کے خیر خواہ جیسے جہاں گہرے ترین اور علیم خان وغیرہ دور ہوتے چلے گئے۔ جہاں گہرے ترین اس حوالے سے میڈیا میں بھی بات کر چکے تھے۔ مگر خان صاحب نے اس بات پر توجہ قطعاً نہیں دی۔ وہ اس وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے اور انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے۔ جو سیاست دان یا سرکاری افسر اختلاف کرتا ان کی نظر میں وہ چور ڈاکو اور غدار تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیورو کریسی نے خان صاحب کے تمام احکامات میں بریکیں لگانی شروع کر دیں۔ خان صاحب کے احکامات کو ہوا میں اڑانا شروع کر دیا۔ جو ایک منطقی بات ہے۔ چونتیس برس، سرکار کا حصہ رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک کہاوت ہے، کہ کوئی بھی کام کرنے کے ہزار طریقے ہیں۔ اور اسی کام کو ناکار کرنے کے دو ہزار طریقے ہیں۔ خان صاحب کے ساتھ شروع کے چند ماہ بعد ”دو ہزار“ والا فارمولا استعمال ہونا شروع ہو گیا۔ مگر یہاں ایک المیہ رونما ہوا۔ چند مخصوص لوگوں نے سب کو اپنے ذاتی فوائد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں کہ وزیر اعظم کے قریبی لوگوں اور وزیر اعظم نے لوگوں سے جن جن چیزیں بدلنے لئے۔ اس طرح طاقتور حلقے مزید پریشان ہو گئے۔

عمران خان نے ایک ایسا غیر سنجیدہ بلکہ محیر العقول سیاسی فیصلہ کر دیا جس پر ان کی تمام جماعت اور اسٹیبلشمنٹ نے تحفظات کا اظہار کیا۔ عثمان بزدار کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ لگانا سیاسی خودکشی کے مترادف تھا۔ تمام باخبر لوگوں نے خان صاحب کے اس فیصلے کی مخالفت کی۔ مگر خان صاحب نے سب کی رائے کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ اب پنجاب ایک ایسے شخص کے قبضے میں آ گیا جسے لاہور تو کیا، وسطی پنجاب کی پیچیدہ سیاست کا کوئی ادراک نہیں تھا۔ پنجاب کے ایک پسماندہ علاقے کے بلدیاتی لیول کی سیاست کرنے والے شخص کو پنجاب کا تخت سونپ دیا گیا۔ یہ وہ فاش غلطی تھی جس کا مخالف سیاسی جماعتوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور درست طور پر اٹھایا۔ شہباز شریف، ہر طور پر عثمان بزدار سے ہزار درجہ بہتر تھے۔ ان کی قوت فیصلہ افسروں سے کام لینے کی ترکیب، حد درجہ کامیاب تھی۔ حزب اختلاف کے لئے عثمان بزدار کی تقرری حد درجہ عمدہ خوش خبری تھی۔ کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ پنجاب اب ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے جو نا تجربہ کار ہونے کی بدولت فاش غلطیاں کریں گے۔ اور بالکل ایسے ہی ہوا۔ عثمان بزدار پریس سے گھبراتے تھے۔ ادھر ساؤتھ پنجاب میں ”بزداریٹکس“ کی باتیں شروع ہو گئیں۔ لوگ سرعام باتیں کرنے لگے کہ فلاں شخص کو مل لو، بزدار صاحب کام کر دیں گے۔ یہ باتیں سچ ہیں یا جھوٹ میں نہیں جانتا لیکن فہمیدہ حلقوں نے خان صاحب کو ان حالات سے آگاہ ضرور کیا۔ مگر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ وزیر اعظم نے سرزنش کی بجائے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کی بے جا تعریف کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک فرمایا کہ بزدار صاحب کو خود نہیں پتا کہ وہ کتنا غیر معمولی کام کر رہے ہیں۔ اس طرز عمل پر صرف ماتم کیا جاسکتا تھا۔ المیہ یہ بھی ہوا کہ علیم خان اور جہاں گہرے ترین جیسے مخلص لوگوں کو خان صاحب نے اپنے متکبرانہ رویہ سے اتنا دور کر دیا کہ واپسی کے راستے بند ہو گئے۔ کیا آپ یقین فرمائیں گے کہ وزیر اعظم پاکستان، جب فیصل آباد سرکاری دورہ پر آئے تو حکم تھا کہ فلاں ایم این اے کو کسی میٹنگ میں نہیں بلانا۔ اختلافات اپنی جگہ، مگر حکومتی پارٹی کے ایک منتخب ایم این اے کو سرکاری محفل میں شرکت سے روکنا، حد درجہ غیر سیاسی فیصلہ تھا۔ ان تمام غلطیوں کا نتیجہ یہی نکلا کہ جیتے ہوئے ممبران نے ایک علیحدہ گروپ بنا لیا۔ جس کی بدولت تحریک انصاف کمزور ہوتی چلی گئی۔ مگر خان صاحب نے ناراض گروپ کو منانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ ذاتی انا اور تکبر کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اس ناراض گروہ نے وقت آنے پر خان صاحب کو دن میں تارے دکھا دیے۔ اگر عمران خان اپنے ذاتی غیر سنجیدہ رویہ کو تبدیل کر لیتے تو انہیں کسی سیاسی مشکل کا مونہہ دیکھنا نہیں پڑتا تھا۔ مگر معروضی حالات کے بالکل برعکس وزیر اعظم اپنے رویہ پر قائم رہے۔ بلکہ جلسوں میں اس پر اترانا بھی شروع کر دیا۔

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!

طاقتور حلقے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان میں بے چینی بڑھ کر پریشانی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خان صاحب تمام صورت کو بھانپنے کی بجائے، عجیب و غریب تصوراتی دنیا میں چلے گئے۔ وہ تو ہم پرستی کا شکار ہو گئے۔ بالآخر تحریک عدم اعتماد کے ذریعے انہیں حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر وہ اسے کبھی بیرونی سازش قرار دے رہے ہیں۔ کبھی اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے عمل کو جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اب سیاسی مخالفین کو غدار تک کہنے لگے ہیں۔ طالب علم کا مشورہ تو بہت سادہ سا ہے۔ خان صاحب، ٹھنڈے دل سے اپنی غلطیوں کو پرکھیں، خامیوں کو دور کریں اور آگے بڑھیں۔ ویسے آثار یہی ہیں کہ وہ مسند شاہی سے ہزاروں نوری سال دور ہیں، شاید ہمیشہ کے لئے!